کوفی لا یوفی
مصنّف
فیضِ ملّت حضرت علامہ ابوالصالح مفتی محمد فیض احمد اُویسی رضوی مدظلہ العالی
اس کتاب میں آپ پڑھیں گے
کوفہ کا تعارف
عہد صدیقی وفاروقی
جنگ قادسیہ
عقائد اہل کوفہ
کوفی لا یوفی گروہ کا آغاز
عہد حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ میں کوفہ وکوفی
عہد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ میں کوفہ وکوفی
عہد یزید بن معاویہ میں کوفہ وکوفی
واقعہ کربلا میں کوفی وفادار
امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ
WWW.ISLAMIEDUCATION.COM

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الصلوٰۃ والسلام علیک یا سیدالمرسلین ﷺ

کوفی لا یوفی

مصنّف

فیضِ ملّت، اُستاذ العرب والعجم، شمس المصنّفین، مفسّرِ اعظم پاکستان

حضرت علّامہ ابوالصالح مفتی محمد فیض احمد اُویسی رضوی مدظلہ العالی

ناشر

بزمِ فیضانِ اُویسیہ (پاکستان)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

نحمدہ و نصلی علی رسوله الكريم

امّا بعد! بچپن میں سنا تھا ’’کوفی لا یوفی‘‘۔ یہ جملہ دراصل وہابی اور شیعہ برادری نے پھیلایا ہوا ہے۔ اس سے صرف مقصد یہ ہے کہ سُنّیوں کے امامِ فقہ حضرت امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ بدنام ہوں۔ گویا اس جملے سے متاثر ہو کر سُنّی امامِ اعظم رضی اللہ عنہ سے بدظن ہو جائینگے۔ لیکن جب فقیر علومِ اسلامیہ سے شرفیاب ہوا تو معاملہ برعکس پایا۔ وہ یہ کہ کوفی ہی تو تھے جنہوں نے اِمام حسین رضی اللہ عنہ کو اپنے یہاں بلوایا اور پھر وہ یزید کے لشکر میں مل کر خود ہی قاتلینِ حسین بنے۔ فقیر نے اس مخفی راز کو آزبر کرنے کے بعد اس رسالہ کا نام بھی یہی تجویز کیا ’’کوفی لا یوفی‘‘۔

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم

وصلّی اللہ علی حبیبه الکریم و علیٰ آله و اصحابه وبارک و سلم

الفقیر القادری ابوالصالح مفتی محمد فیض احمد اُویسی رضوی غفرلہ

بہاولپور، پاکستان

یکم صفر ۱۴۰۹ھ، ۱۳ ستمبر ۱۹۸۸ء بروز منگل

☆......☆......☆

☆......☆

☆

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

لوگوں بالخصوص وہابی اور شیعوں کی غلطی ہے کہ 'کوفہ' کے لوگ بے وفا (غدّار) ہوتے ہیں۔اس اِزالہ سے پہلے ضروری ہے کہ 'کوفہ' کا تعارف عرض کردوں۔

کوفہ:

تواریخ میں ہے کہ شہرِ کوفہ کو حضرت عُمر اِبن الخطاب رضی اللہ عنہ کے حکم سے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے ۱۷ھ میں بسایا۔اوّل یہ چھاؤنی تھا۔(تاریخ الخلفاء)

مُحلِّ وُقوع:

کوفہ دریائے فرات کے مغربی کنارے پر اور ایران و عرب اور شام کی سرحد پر واقع ہے۔اُس زمانہ میں کوفہ اور بصرہ کو س کے نام سے جانا جاتا تھا اور کربلائے معلّیٰ اور نجف اشرف وہ بستیاں ہیں جو بعد میں آباد ہوئیں۔جہاں آج کل زیادہ آبادی شیعوں کی ہے۔کوفہ کے سب سے پہلے گورنر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ہیں۔اسی لئے ان کا تعارف ضروری ہے۔

تعارف سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ:

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کوفہ کے پہلے عامل (ملٹری گورنر) تھے۔اُنہیں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے مقرّر کیا تھا۔جو عراق میں جنگِ قادسیہ سے ابھی ابھی فارغ ہوئے تھے۔یہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نائب، حضرت عثمان بن عفّان رضی اللہ عنہ کے بہنوئی اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے چچازاد بھائی تھے۔آپ بہت بڑے فضائل وکمالات کے حامل تھے۔

تعارف:

اسمِ گرامی ''سعد'' اور کُنیت ''ابواسحاق'' تھی۔والد کا نام ''مالک'' اور کُنیت ''ابووقاص'' تھی۔حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا خاندان ''قریش'' تھا۔وہ قریش کی معزّز شاخ ''بنوزہرہ'' سے تعلق رکھتے تھے۔صحیحین میں ان کا سلسلۂ نسب اِس طرح منقول ہے ''ابی اسحاق بن ابی وقاص مالک بن وہیب بن عبدِ مناف بن زہرہ بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی

القریشی الزّہری۔"

آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام حمنہ بنتِ سفیان بن اُمیّہ بن عبدالشّمس تھا اور بنواُمیّہ سے تعلق رکھتی تھیں۔ پانچویں پشت میں کلاب بن مرہ پر اِن کا سلسلۂ نسب رسول اکرم ﷺ کے نسب نامہ سے مل جاتا ہے۔حضورِ اکرم ﷺ کی والدۂ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا بھی قبیلۂ زُہرہ سے تھیں اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے والد ابووقاص مالک، رشتہ میں حضور ﷺ کے ماموں ہوئے تھے اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ ماموں زاد بھائی۔حضور ﷺ کبھی کبھی ازراہِ محبت وشفقت حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو بھی ماموں کہہ کر پکارتے تھے۔لوگوں کی نگاہوں نے آپ رضی اللہ عنہ کے اعمال پر سخت نکتہ چینی کی اور الزام لگائے کہ یہ نماز ٹھیک طرح سے نہیں پڑھاتے۔اموالِ غنائم کو ٹھیک طرح سے نہیں بانٹتے اور جنگ میں تلوار نہیں سنبھالتے۔(بخاری)

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ بحیثیتِ گورنر:

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے معزول ہونے کے بعد تھوڑے وقفہ کے لئے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو کوفہ کا ملٹری گورنر مقرر کیا گیا۔مگر حکمران کی مرضی سے جلد ہی گورنری واپس لے لی گئی۔(کتاب الصلوٰۃ، صحیح بخاری)

اس دوران حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں ایران فتح ہوگیا تھا اور پھر اِسی سال میں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کوفہ کے گورنر مقرر ہوئے جو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے وصال تک گورنر رہے۔

(تاریخِ طبری جلد ۴، استیعاب وغیرہا)

حُلیۂ حضرت سعد رضی اللہ عنہ:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بنتِ سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میرے والد کوتاہ قامت (چھوٹے قد والے)، جسیم (بھرے ہوئے جسم والے) اور بڑے سر والے تھے، انگلیاں موٹی تھیں اور بال بہت تھے۔

قبولِ اسلام:

حضرت سعد رضی اللہ عنہ ہجرتِ نبوی سے تقریباً تیس (۳۰) برس قبل مکہ معظّمہ میں پیدا ہوئے۔سرورِ دوعالم ﷺ کی بعثت کے وقت حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا عُنفوانِ شباب (جوانی کا آغاز) تھا۔جونہی اِن تک دعوتِ توحید پہنچی، اُنہوں نے بلا تامل (غور کئے بغیر)

اس پر لبیک کہا اور ''سابقون الاوّلون'' کی مقدّس جماعت میں شامل ہوگئے۔ 'اسد الغابة' میں ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ چھ (۶) آدمیوں کے بعد اسلام لائے اور بعض کے نزدیک چار (۴) آدمیوں کے بعد اسلام لائے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ 'میں نماز فرض ہونے سے پہلے مسلمان ہوا تھا'۔ آپ رضی اللہ عنہ اِن لوگوں میں سے ہیں جن کے جنتی ہونے کی گواہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے۔

قبولِ اسلام پر ایذأ واِبتلاء:

قبولِ اسلام کے بعد کوئی ایسی سختی اور مصیبت نہ تھی، جو انہوں نے مشرکین کے ہاتھوں نہ جھیلی ہوں۔ کفار سے گالیاں کھائیں، طعنے سہے اور جسمانی اذیتیں برداشت کیں۔ لیکن کیا مجال کہ ان کے پائے استقلال میں ذرّہ برابر لغزش آئی ہو۔

دعوتِ حق کے آغاز میں بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کفار کی شر انگیزیوں سے بچنے کے لئے مکّہ کے قریب پہاڑوں کی سنسان گھاٹیوں میں چھپ کر خدائے واحد عزّوجلّ کی عبادت کیا کرتے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ بھی انہی نفوسِ قدسیہ میں شامل تھے۔ ایک دن وہ دوسرے چند صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ ایک ویران گھاٹی میں نماز پڑھ رہے تھے کہ چند مشرکین ادھر آ نکلے۔ اُنہوں نے اِن پر حملہ کر دیا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی اُٹھتی جوانی تھی۔ اُنہیں جوش آ گیا پاس ہی اُونٹ کی ایک ہڈی پڑی تھی اسے اُٹھا کر مشرکین پر ٹوٹ پڑے۔ ایک مشرک کا سر پھٹ گیا اور اُس میں سے خون بہنے لگا۔ اب دشمنانِ اسلام نے وہاں سے بھاگنے ہی میں اپنی خیریت سمجھی۔

ابنِ اَثیر کا بیان ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے حق کی راہ میں خونریزی کی۔

ہجرت سے قبل وہ تین سال (۷نبوی تا ۱۰نبوی) تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ 'شعبِ ابی طالب' میں محصور رہے۔ شعبِ ابی طالب کی محصوری اگرچہ بنی ہاشم اور بنو مطلب سے مخصوص تھی لیکن حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ہاشمی اور مُطّلبی نہ ہونے کے باوجود بھی محض اللہ عزّوجلّ اور اللہ عزّوجلّ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر بنو ہاشم اور بنو مطلب کا ساتھ دیا۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ رات کو اُنہیں سوکھے ہوئے چمڑے کا ایک ٹکڑا کہیں سے مل گیا انہوں نے اسے

پانی سے دھویا پھر آگ پر بُھونا، کُوٹ کر پانی میں گھولا اور ستّو کی طرح پی کر پیٹ کی آگ بجھائی۔

ہجرتِ مدینہ:

حضور ﷺ نے جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مدینہ پاک کی طرف ہجرت کی اجازت دی تو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اپنے بھائی حضرت عمیر بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ مدینہ کی طرف ہجرت کر گئے۔ صحیح بخاری میں حضرت براء انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

اول من قدم علينا مصعب رضی اللہ عنه بن عمير و ابن كلثوم رضی اللہ عنهما و كان يقرء ان النّاس ، فقدم بلال رضی اللہ عنه و سعد رضی اللہ عنه و عمار بن ياسر رضی اللہ عنه۔ (صحیح بخاری شریف)

ترجمہ:

ہمارے پاس (یعنی مدینہ میں) سب سے پہلے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابنِ اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہ وارد ہوئے۔ یہ دونوں لوگوں کو قرآن پڑھاتے تھے ان کے بعد حضرت بلال رضی اللہ عنہ، حضرت سعد رضی اللہ عنہ اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ آئے۔

یثرب (مدینۃ المنوّرہ) پہنچ کر حضرت سعد رضی اللہ عنہ اور حضرت عمیر رضی اللہ عنہ اپنے بڑے بھائی عتبہ کے مکان پر فروکش (مقیم) ہوئے۔ عتبہ نے جنگِ بعاث سے قبل مکّہ میں ایک شخص کو قتل کر دیا تھا اور قصاص کے خوف سے بھاگ کر یثرب (مدینۃ المنوّرہ) میں پناہ لی تھی۔ عتبہ اگرچہ مشرک تھا لیکن اس نے نہایت اخلاق سے اپنے دونوں بھائیوں کو اپنے پاس ٹھہرایا لیکن اس کی اسلام دشمنی نے چھوٹے بھائیوں کو ذرّہ برابر بھی متاثر نہ کیا اور شروع سے لیکر آخر تک اسلام سے ان کی شیفتگی (محبت) برقرار رہی۔

مردِ صالح:

مدینہ پاک کی طرف ہجرت کے بعد کا زمانہ بڑا پُر خطر زمانہ تھا۔ دشمنانِ اسلام مدینہ پر حملے کے لئے پَر تول رہے تھے۔

اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ شروع شروع میں مدینہ تشریف لائے تھے تو ایک شب حضور ﷺ کے آرامِ مبارک میں خلل واقع ہوا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کاش کوئی رَجُلٌ صَالِحٌ (مردِ صالح) آج پہرہ

پر ہوتا اتنے میں ہم نے ہتھیاروں کی جھنکار سُنی ۔ حضور ﷺ نے پوچھا یہ کون ہے؟ جواب ملا میں سعد رضی اللہ عنہ ہوں ۔فرمایا کس لئے آئے ہو؟ عرض کی میرے دل میں رسول اللہ ﷺ کی نسبت خوف پیدا ہوا،اس لئے پہرہ دینے کے لئے حاضر ہوا ہوں ۔رسول اللہ ﷺ نے ان کے لیے دعا فرمائی اور سو گئے ۔

غزوات میں شرکت:

ہجرت کے بعد غزوات کا سلسلہ شروع ہوا تو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ تقریباً ہر غزوہ میں شریک ہوئے ۔رمضان المبارک ۲ھ میں بدر کے میدان میں کفر وحق کا معرکۂ اوّل پیش آیا تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے والہانہ جوش وخروش سے حصہ لیا۔اثنائے جنگ میں اُن کا مقابلہ قریش کے نامی بہادر سعید بن عاص سے ہوگیا۔اُنہوں نے فوراً سعید کو خاک وخون میں ملا دیا۔غزوۂ بدر میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے نوعمر بھائی حضرت عمیر رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے ۔

جنگِ اُحد میں جب سوئے اتفاق سے لڑائی کا پانسہ بدل گیا اور مسلمانوں میں انتشار پھیل گیا تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ اُن اصحاب رضی اللہ عنہم میں سے تھے جو شروع سے آخر تک رحمتِ عالم ﷺ کی ڈھال بنے رہے۔حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اکرم ﷺ سے سوائے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے کسی کے لئے نہیں سُنا کہ آپ ﷺ نے اس پر اپنے والدین کو فدا ہونے کو کہا میں نے یوم ا لاُحد میں یہ فرماتے سنا:

”یَا سَعَدَ اِرُمِ فِدَاكَ اَبِیُ وَاُمِّیُ“

ترجمہ:

اے سعد تیراندازی کرو،میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں۔

حضرت عائشہ بنتِ سعد رضی اللہ عنہا نے اپنے والد سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے فرمایا:

الا ھل اتی رسول اللہ انی،حمیت صحابتی بصدور نبلی،أزود بھاعدوھم ذیادًا، بکل حزونة و بکل سھلٍ، فما یعتد رامٍ من معدٍ،بسھمٍ مع رسول اللہ قبلی۔

ترجمہ:

”اے وہ کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا ہے،میں نے اپنے تیروں کی نوک سے اپنے ہمراہیوں کی حفاظت کی ،میں اُن

تیروں کے ذریعے اُن ﷺ کے دشمن کو دفع کرتا تھا، ہر سخت زمین سے اور ہر نرم زمین سے، مجھ سے پہلے کوئی شخص رسول اللہ ﷺ کا تیر انداز شمار نہیں ہوتا تھا۔''

غزواتِ بدر و اُحُد میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے جس جانبازی اور جذبۂ فدویت کا مظاہرہ کیا بعد کے تمام غزوات میں بھی وہ اُسی جذبہ کے ساتھ شریک رہے۔ مؤرخین نے بدر، اُحُد، اَحزاب، خیبر، فتحِ مکّہ، حُنین، طائف اور تبوک کے غزوات میں رسول اکرم ﷺ کے ساتھ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی شرکت کا صراحت کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ اسی طرح بیعتِ رضوان میں بھی اُن کی شرکت مسلّم ہے۔

عہدِ صدّیقی و فاروقی:

۱۱ھ میں حضور ﷺ نے رِحلت فرمائی اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ مقرّر ہوئے تو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے بلا تامل بیعت کر لی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں بنوہوازن کا عامل مقرر کر دیا۔ ۱۳ھ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مسندِ خلافت پر بیٹھے تو اُنہوں نے بھی حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو اس منصب پر برقرار رکھا لیکن قدرت انہیں کسی عظیم تر مقصد کے لئے منتخب کر چکی تھی۔

جنگِ قادسیہ:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایران جانے والی فوجوں کی قیادت حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے سپرد کی۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ چار ہزار (۴،۰۰۰) سرفروشوں کے ساتھ مدینہ منوّرہ سے روانہ ہوئے۔ راستے میں باری باری کئی دستے ان کے ساتھ مل گئے اور فوج کی تعداد تیس ہزار (۳۰،۰۰۰) تک پہنچ گئی۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ مدینہ شریف سے ثعلبہ پہنچے وہاں سے شراف اور شراف سے کوچ کر کے عذیب پہنچے جو ایرانیوں کی سرحدی چوکی تھی۔ 'عذیب' میں چند دن قیام کے بعد حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ''قادسیہ'' کے مقام پر پڑاؤ ڈالا۔ شاہِ ایران 'یزدگر' نے اپنے سپہ سالار 'رستم' کی زیرِ قیادت ایک لشکرِ جرار 'قادسیہ' روانہ کیا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے تین چار (۳،۴) سفارتیں روانہ کیں لیکن صلح کی بیل منڈھے نہ چڑھ سکی۔ رُستم بڑے جاہ وجلال کے ساتھ دریائے فرات سے پار اُترا اور مسلمانوں کے سامنے صف آرائی کی۔ اس وقت دو لاکھ (۲،۰۰،۰۰۰) جنگجو اُس کے جھنڈے تلے جمع تھے۔ دوسری طرف اسلامی لشکر کی تعداد تیس ہزار (۳۰،۰۰۰) کے لگ بھگ تھی۔ ایرانیوں نے سب سے پہلے جنگی

ہاتھیوں کو مسلمانوں کی طرف دھکیلا۔ بنی تمیم نے تکبیر کا نعرہ لگا کر اس جوش سے حملہ کیا کہ ہاتھیوں کے منہ پھیر دیئے اور اُن کے سواروں کو اپنے نیزوں اور تیروں سے نیچے گرا دیا۔ اب دونوں فوجوں میں دست بدست گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ قادسیہ کی جنگ کا یہ دوسرا دن ''یوم الارماث'' کا دن کہلاتا ہے اس دن پانچ چھ سو (۵۰۰،۶۰۰) کے قریب مسلمان شہید ہوئے اور ہزار ہا ایرانی ہلاک ہوئے۔

دوسرے دن دونوں فوجیں پھر ایک دوسرے کے سامنے صف آراء ہوگئیں، طبلِ جنگ پر چوٹ پڑی ہی تھی کہ حضرت قعقاع بن عمرو تمیمی رضی اللہ عنہ 'شام' سے ایک ہزار (۱۰۰۰) جانبازوں کے ساتھ پہنچ گئے۔ اس کُمک (فوج) کے پہنچ جانے سے مسلمانوں کو بڑی تقویت حاصل ہوئی۔ مقابلہ شروع ہوا تو پہلے دن کی طرح ہاتھیوں نے پھر مسلمانوں پر قیامت ڈھادی۔ حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ نے اس مصیبت سے تدارک کے لئے اُونٹوں پر بڑی بڑی جھولیں ڈال کر انہیں بھی ہاتھیوں کی طرح مہیب (ڈراؤنا) بنا دیا۔ ایرانیوں کے گھوڑے انہیں دیکھ کر بِدکتے اور مسلمان ان کے سواروں کو اپنے نیزوں پر رکھ لیتے عین اُس وقت حضرت ہاشم رضی اللہ عنہ بن عتبہ پانچ ہزار (۵،۰۰۰) جوانوں کی اِمدادی فوج کے ساتھ شام سے قادسیہ پہنچ گئے۔ اس تائیدِ غیبی نے مسلمانوں کے حوصلے دوچند کر دیئے۔ جنگِ قادسیہ کا دوسرا دن ''یوم الاغواث'' کہلاتا ہے۔ اِس دن دس ہزار (۱۰،۰۰۰) ایرانی قتل ہوئے اور دو ہزار (۲،۰۰۰) مسلمانوں نے جامِ شہادت نوش کیا۔

تیسرے دن پھر دونوں فوجیں ایک دوسرے سے گتھ گئیں۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے پختہ ارادہ کیا کہ آج لڑائی کا فیصلہ ہو کر رہے گا۔ پورا دن لڑائی ہوتی رہی اب شام ہو چکی تھی لیکن حضرت سعد رضی اللہ عنہ لڑائی کا فیصلہ کرنے پر تُلے ہوئے تھے۔ اُنہوں نے اپنی فوج کو ازسرِ نو مرتّب کیا اور پھر سے ایرانیوں پر فیصلہ کن حملے کا حکم دیا۔ جوشِ شہادت سے سرشار مجاہدین نے ایرانیوں پر ایسا جان توڑ حملہ کیا کہ اُن کے قدم اُکھڑ گئے۔

حضرت قعقاع رضی اللہ عنہ، حضرت عاصم رضی اللہ عنہ، حضرت عمرو رضی اللہ عنہ بن معدیکرب، حضرت قیس رضی اللہ عنہ بن اشعث اور اُن کے جانباز ساتھی رُستم کے تخت تک پہنچ گئے۔ رُستم شدید زخمی ہو کر بھاگا اور دریا میں چھلانگ لگا دی۔ حضرت ہلال بن علقمہ نامی رضی اللہ عنہ ایک مجاہد نے اُس کی ٹانگ پکڑ کر باہر گھسیٹ لیا اور اُس کا سر کاٹ لیا پھر رُستم کے تخت پر چڑھ گئے اور زور سے پکارا ''میں نے رُستم کو قتل کر دیا'' اس آواز کے سنتے ہی ایرانیوں کے ہوش وحواس اُڑ گئے اور وہ گاجر مولی کی طرح ذبح ہو گئے۔ جس رات یہ خونی معرکہ سَر ہوا اسے ''لیلۃ الھریر'' کہتے ہیں۔ اس سے پہلا یعنی جنگ کا تیسرا دن ''یوم العماس'' کے نام سے

مشہور ہے۔اِس لڑائی میں تیس ہزار(۳۰،۰۰۰)ایرانی ہلاک ہوئے۔

قادسیہ کی عظیم الشان فتح کے بعد حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے بابل تک ایرانیوں کا تعاقب کیا اور آس پاس کے سارے علاقے پر قبضہ لیا۔پھر مدائن کی طرف بڑھے اور اس کے مغربی حصے (بہرہ شیر) کا محاصرہ کرلیا۔سارے ایرانی خاص مدائن میں (جو دریائے دجلہ کے مشرقی کنارے پر آباد تھا) سمٹ کر جمع ہو گئے۔اُنھوں نے دریا کا پُل توڑ دیا اس وقت دریا میں خوفناک طغیانی آئی ہوئی تھی۔حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اللہ عزوجل کا نام لے کر اپنا گھوڑا دریا میں ڈال دیا۔دوسرے مجاہدین نے بھی ان کی پیروی کی ایرانی یہ دیکھ کر ششدرہ گئے۔''دیواں آمند، دیواں آمند'' (دیو آگئے، دیو آگئے) کہتے ہوئے بھاگ کھڑے ہوئے۔یزدگراپنا حرم اور خزانے کا ایک حصہ پہلے ہی حلوان بھیج چکا تھا لہٰذا مدائن سے بھاگ نکلا۔

مدائن کی فتح کے بعد مسلمانوں نے آگے بڑھ کر جلولا، حلوان، تکریت، موصل، ہیت اور ماسبذ وغیرہ بھی فتح کر لئے اور عراق وعرب کی آخری حد تک ان کا استیلا (غلبہ) ہو گیا۔اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھنے سے روک دیا اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو مفتوحہ علاقے کا والی بنا کر اس کے نظم ونسق کی طرف توجہ کرنے کا حکم دیا۔

اخلاق و عادات:

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا چمنِ اخلاق گُلہائے رنگارنگ سے آراستہ تھا۔سبقت فی الاسلام، حُبِّ رسول صلی اللہ علیہ وسلم، تحملِ شدائد، غیرتِ دینی، اتباعِ سنت، زہد وتقویٰ، شجاعت، تواضع وایثار، سخاوت، انکسار اور حق گوئی وبے باکی ان کے مخصوص اوصاف تھے۔حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ محبت کی بدولت ان کو بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں خصوصی تقرّب حاصل ہو گیا تھا۔ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں دعا کی کہ: ''اے اللہ عزوجل! سعد رضی اللہ عنہ جب تجھ سے دعا کرے تو اس کو قبول کر''۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو بعض لوگ شوقِ جہاد اور شجاعت کی بناء پر فارسُ الاسلام (شہسوارِ اسلام) کہہ کر پکارتے تھے۔اربابِ سیر نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے دوسرے اُوصاف ومحاسن کے علاوہ ان کے ذوقِ عبادت، خوفِ خدا اور علم وفضل کا ذکر بھی خصوصیت سے کیا ہے۔ان پر ہر وقت خشیّتِ الٰہی کا غلبہ رہتا تھا۔نہایت کثرت سے روزے رکھتے تھے اور رات کا بیشتر حصہ یادِ الٰہی میں گزارتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم، صبر واستقلال اور شجاعت جیسے اوصاف کے علاوہ تدبیر وسیاست،

انتظامِ سلطنت اور قیادتِ جہاد جیسی صلاحیتوں سے بھی بہرہ ور فرمایا تھا۔ اسلام کو جہاں اور جس طرح کی ضرورت ہوئی انہوں نے اپنی تمام صلاحیتوں کا نذرانہ فوراً پیش کر دیا۔

وفات و تدفین:

حضرت مالک بن انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا 'عقیق' میں انتقال ہوا وہ مدینہ شریف لائے گئے اور وہیں دفن ہوئے۔ حضرت مروان بن الحکم رضی اللہ عنہ نے امہات المومنین رضی اللہ عنہما کے سامنے نماز جنازہ پڑھائی ۵۵ھ میں آپ رضی اللہ عنہ بقیع میں مدفون ہوئے۔

فضائلِ کوفہ:

شبلی نعمانی ''سیرۃ النعمان'' کے صفحہ نمبر ۲۸ پر لکھتا ہے کہ ضروری نہیں ہے کہ ہر دور میں، ہر مقام ایک حالت میں رہے۔ ایک زمانہ تھا کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کوفہ کو 'کنز الایمان' (ایمان کا خزانہ)، 'راس الاسلام' اور 'راس العرب' کہا کرتے تھے۔

۲۱ھ میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ حکومتِ کوفہ سے معزول ہوئے۔ کیونکہ اہلِ کوفہ کی انتقادی (تنقیدی) باتوں سے آپ رضی اللہ عنہ معزول کر دیئے گئے چونکہ تنقیدیں غلط تھیں اسی لئے آپ رضی اللہ عنہ کی شان میں کوئی کمی نہ آئی لیکن غلط ناقدین کا انجام برباد ہوا۔ تفصیل کیلئے دیکھئے فقیر کی تصنیف ''کراماتِ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین''

عہدِ عثمانی:

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے اپنی حکومت کے تیسرے روز مغیّرہ کو معزول کر کے پھر اپنے دُور کے رشتہ دار حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ہی کو گورنر کوفہ مقرر کر دیا لیکن اُنھیں جلد ہی معزول کر کے اپنے ماوری بھائی حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو ۲۵ھ میں حاکمِ کوفہ مقرر کر دیا۔

عہدِ علوی:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس شہر کو اسلامی دارالخلافہ قرار دیکر مدینہ طیبہ سے ہجرت کر کے مستقل سکونت کوفہ میں رکھی۔ آج تک آپ رضی اللہ عنہ کی رہائش گاہ جامع مسجد کوفہ کے شمالی جانب موجود ہے اور آپ رضی اللہ عنہ کے گھر کے کنواں کی بھی فقیر نے مع رفقاء

کئی بار زیارت کرنے کا شرف حاصل کیا ہے۔اِسی جامع مسجد میں سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ شہید ہوئے اور اسی کے نواح پر نجفِ اشرف میں مدفون ہوئے۔(واللہ اعلم)

عقائدِ اھلِ کوفه:

''نقض الروافض'' میں لکھا ہے کہ:

واما الکوفیون فالطبقة الاولیٰ منھم اصحاب ابن مسعود یقدمون قول عمر علیٰ قول علی واولئك افضل الکوفیین حتیٰ قضاته حتیٰ شریح و ابو عبیده و امثالھا کانوا یرجحون قول عمر علیٰ قول علی۔

ترجمه:

یعنی کوفیوں کا پہلا طبقہ اصحابِ ابن مسعود کا ہے اور یہ اور کوفہ کے قاضی شریح و ابوعبیدہ وغیرہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قول پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول کو ترجیح دیتے تھے۔

یہی اہلسنّت کا مذہب ہے کہ تفضیل بہ ترتیبِ خلافت ہے۔چنانچہ اہلسنت کی مستند کتب میں ہے کہ:

وتفضیل ابی بکر و عمر متفق علیه بین اھل السنة و ھذاالترتیب بین عثمان و علی ھو ما علیه اکثر اھل السنة خلافا لماروی عن بعض اھل الکوفه والبصرة من عکس القضیه۔

ترجمه:

حضرت ابوبکر وعمر کی تفضیل (فضیلت) پر اہلسنّت کا اتفاق ہے اور یہی ترتیبِ فضیلت حضرت عثمان وعلی رضی اللہ عنہ کا ہے۔لیکن بعض اہلِ کوفہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر فضیلت دیتے تھے یہ قول غیر معتبر ہے۔'فقۂ اکبر' صفحہ ۶۲ میں ہے کہ وکذاقیل فیه رائحة من الرفضکه آجاتا تھا کہ اس عقیدہ میں رفض (اختلاف) کی بُو آتی ہے کیونکہ اہلِ حق کے نزدیک فضیلت کی ترتیب بھی وہی ہے جو خلافت کی ہے۔

فائده:

اس سے معلوم ہوا کہ اس وقت کے کوفی اسی ترتیبِ خلافت کے معتقد تھے جو اہلِ سنت میں مسلّم ہے۔مگر بعض حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے افضل جاننے لگے تھے۔غرضیکہ جو لوگ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ترجیح دیتے تھے وہ ''شیعۂ عثمان''

کہلاتے تھے اور جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو افضل مانتے تھے ان کو "شیعۂ علی" کہا جاتا تھا وہ عثمانی اور علوی بھی کہلاتے تھے۔

'روضۃ الصفا' صفحہ ۲۶۵، جلد ۲ میں ہے

بصریاں ہوائے طلحہ و محبت زبیر دردل داشتند

یعنی "اہلِ بصرہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی طرفداری کی ہوا رکھتے تھے اور دل میں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی محبت رکھتے تھے"۔

واضح رہے کہ شیعہ تو کبھی بھی حضرت طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہم کو اچھا نہیں جانتے کیونکہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مدِّ مقابل لڑے۔ کوفی تو حضرت طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہ کے ہوا خواہ تھے۔ بہرحال صحابہ کرام میں بالاتفاق فضیلتِ علی ترتیب الخلافہ ہے۔

سوال:

"شرحِ فقہ اکبر"، صفحہ ۶۱ پر ایک روایت ہے کہ ابوحنیفہ کوفی کا بھی یہی اعتقاد تھا کہ وہ خلافتِ راشدہ کو تو مانتے تھے مگر تفضیلِ علی رضی اللہ عنہ ہی کے قائل تھے؟

جواب:

قاضی نور اللہ شستری نے امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کو شیعہ لکھا ہے کیونکہ یہ پہلے سنی بھی اپنے آپ کو شیعہ ہی کہتے تھے۔ اسی تفضیلِ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وجہ سے ایسے تمام کوفی رافضی پکارے جاتے تھے یہ بات اب واضح ہو چکی ہے۔ ثابت ہوا کہ شیعہ کا رافضی لقب بہت پُرانا ہے۔ واضح ہوا کہ ابوحنیفہ نامی شخص ایک شیعہ اہلِ علم اور صاحبِ تصانیف تھا۔ نام سے التباس (یکسانیت کے سبب شبہ) پڑ جاتا ہے۔ اہلِ سنت کو اس میں ہوشیاری ضروری ہے۔

کوفہ دارالخلافہ:

سیّدنا حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے باگِ خلافت سنبھالی تو ایک عرصہ کے بعد دارالخلافہ کوفہ کو منتخب فرمایا۔ اس سے واضح فرما دیا کہ گذشتہ خلفاء سے ان کا کوئی اختلاف نہ تھا بلکہ پیار ہی تھا ورنہ یہ سمجھ کر یہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا بنایا ہوا شہر ہے، اسے دارالخلافہ کیوں بناؤں۔ بہرحال جب حضرت علی رضی اللہ عنہ مسند آرائے خلافت ہوئے تو کوفہ چونکہ عراق و ایران و شام کی سرحد پر واقع تھا، اسی لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کو دارالخلافہ بنایا اور 'جمل' (اہلِ بصرہ و عراق) 'صفین' (اہلِ شام) اور 'نہروان' کی جنگوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ یہیں سے جاتے رہے۔ اسی زمانہ میں صاحبانِ بصیرت نے اور زیادہ پہچانا اور پھر اس جماعت

کوتقویت ہوئی اوران میں سے اکثر 'جنگِ صفین' میں شہید ہوئے اوراپنے وفادارساتھیوں پرحضرت علی رضی اللہ عنہ اظہارِ تاسف کیا کرتے تھے۔چنانچہ نہج البلاغہ صفحہ ۳۸۱،جلد ا میں ہے کہ،

''ہمارے بھائی جن کا خون صفین میں بہایا گیا۔کہاں ہیں وہ بھائی جوصراطِ مستقیم پر چلے اورحق پر جان دے گئے''۔

کوفی لا یوفی گروہ کا آغاز:

سیدنا ومولانا حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں اس گروہ کا آغاز ہوگیا تھا۔اس لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے اس دور کے خطبوں میں ان کی مذمت فرمائی۔نہج البلاغہ، صفحہ ۱۲۲ پر ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے کوفیوں کی مذمّت میں فرمایا کہ میں تمہارے ملک کو پسند کرکے یہاں نہیں آیا،صرف ضرورت کی وجہ سے آیا ہوں۔مجھے یہ خبر ملی ہے کہ تم کہتے ہو علی رضی اللہ عنہ جھوٹ بولتا ہے۔اسی نہج البلاغہ، صفحہ ۱۲ پر ہے کہ

''حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایسے کوفیوں سے فرمایا میں جانتا ہوں کہ تمہاری اصلاح کس سے ہوسکتی ہے لیکن میں تمہاری اصلاح نہیں کرسکتا''۔

لا تعرفون الحق کعرفتکم الباطل ولاتنبطون الباطل کابطالکم الحق

یعنی ''تم حق کونہیں جانتے پہچانتے جیسے باطل کو پہچانتے ہواورنہ باطل کوجھٹلاتے ہوجیسے حق کا ابطال (انکار) کرتے ہو''۔

اس سے صاف ثابت ہوگیا کہ اکثر اہلِ کوفہ باطل پرست ہوگئے تھے۔منکرِ حق اورعارف باطل ہوگئے تھے۔یہاں یہ بتادینا بھی ضروری ہے کہ زمانۂ حضرت علی رضی اللہ عنہ میں مسلمان دو (۲) گروہوں میں منقسم تھے۔ایک گروہ آپ رضی اللہ عنہ کی خلافت کو مانتا تھا دوسرا گروہ نہیں مانتا تھا۔مؤخرالذکر گروہ خوارج نہرواں کے بھیس میں مقابل ہوا۔باالفاظِ دیگر ایک گروہ موافق حضرت علی رضی اللہ عنہ دوسرا گروہ خوارج۔حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رعایا بوجہ رعایا ہونے کے شیعۂ علی کہلاتی تھی۔آپ رضی اللہ عنہ کے آخری دور میں آپ رضی اللہ عنہ کی اکثر رعایا جو''شیعۂ علی'' کہلاتی تھی وہ مذہباً شیعہ نہ تھی بلکہ ایسی جماعت تھی جو جناب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کوافضل جانتی تھی۔اسی لئے شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمتہ اللہ علیہ نے 'تحفہ اثناء عشریہ' میں لکھا ہے کہ شیعہ اولیٰ ماھستم

یعنی ''حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پہلے شیعہ توہم ہی اہلسنت ہیں''۔

عہدِ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ میں کوفہ و کوفی:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے۔ اگرچہ آپ رضی اللہ عنہ کے ماننے والے بہت تھے۔ اس کے باوجود آپ رضی اللہ عنہ نے خلافت سے دستبرداری کر کے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو سپرد فرما دی اور یہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حقانیت کی دلیل ہے۔ اس سے شیعہ صاحبان یا تو امام حسن رضی اللہ عنہ سے برأت (بیزاری) کا اظہار کریں یا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حقّانیت تسلیم کریں۔

عہد امیرِ معاویہ رضی اللہ عنہ میں کوفہ و کوفی:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو کوفہ پر زیاد گورنر ہوا۔ اسی زیاد کے دور میں کوفہ کی بدنامی ہوئی اسی کے دور میں سانحۂ کربلا پیش آیا۔ تفصیل کی ضرورت نہیں۔

عہدِ یزید بن معاویہ میں کوفہ و کوفی:

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد ۶۰ھ میں یزید تخت پر بیٹھا۔ 'بنی اُمیہ' کے عُمّال سے بھی کوفی تنگ آئے ہوئے تھے اب تو تختِ شاہی پر شراب و کباب و نصوانی شباب کا شیدا (چاہنے والا) یزید براجمان (قابض) ہو گیا تھا۔ ان کے اپنے ماننے والے (شیعۂ بنی اُمیہ) بھی بددل ہو گئے تھے۔ کوفہ کے اس سوادِ اعظم نے مٹھی بھر شیعوں کو ساتھ ملا کر امام حسین رضی اللہ عنہ کو خطوط لکھے اور حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ (جو امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ کے سفیرِ خاص تھے) کے ہاتھ پر بیعت کر لی لیکن جب ابنِ زیاد حاکمِ کوفہ نے سختی کی تو مٹھی بھر شیعہ مثل ہانی وغیرہ کے شہید کر دیئے گئے۔ کچھ قید اور کچھ جلاوطن کر دیئے گئے اور باقی مسلمانوں کی اکثریت نے ابنِ زیاد کے ہاتھ پر یزید کی بیعت کر لی۔

اب اس دعوتی خط کو لیجئے جو اہلِ کوفہ نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو سب سے پہلے لکھا تھا۔

این نامہ ایست بسوئے حسین ابن علی از جانب سلیمان بن صردو مصیب و حبیب ابن مظاہر و سائر شیعیان او از موءمناں و مسلمانان

یعنی "یہ خط ہے امام حسین رضی اللہ عنہ کی طرف سلیمان بن صرد اور مصیب اور حبیب ابن مظاہر اور دیگر مومن شیعوں کی طرف سے اور مسلمانوں کی جانب سے"۔ (جلاء العیون، صفحہ ۱۱۴)

امام عالی مقام نے جواباً یوں خطاب کیا۔

این نامه ایست از حسین بن علی بسوئے گروه مومناں اهل کوفه و مسلمانان و شیعیاں

یعنی "یہ خط حسین بن علی (رضی اللہ عنہ) کی طرف سے ہے اہلِ کوفہ کے مومنین وشیعہ اور مسلمانوں کی طرف"۔

(جلاء العیون، صفحہ ۱۹۰)

عنوان نامجات بتلا رہے ہیں کہ کوفہ کے مٹھی بھر شیعوں کے ساتھ دوسرے مسلمانوں کی اکثریت نے بھی امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ کو خط لکھے تھے۔یہی حسبِ معمول اپنے آپ کو محبانِ اہلبیت ظاہر کرتے تھے۔اسی سوادِ اعظم نے بے وفائی کی ورنہ حبیب وہانی رحمۃ اللہ علیہ وامثالہم نے امامِ عالی مقام رضی اللہ عنہ کی نصرت سے دریغ نہیں کیا۔باقی کوفی حبِ اہلبیت میں شہید ہوئے۔

حبیب ابنِ مظاہر رضی اللہ عنہ جیسے کوفی حبیبِ شہیدِ کربلا ہوئے۔ہم آگے چل کر دیکھیں گے کہ کوفہ کے مومنینِ کاملین نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ پر جانیں نثار کردیں حضرت ہانی رضی اللہ عنہ نے حضرت مسلم رضی اللہ عنہ سے عہد نبھایا اور ان کے ساتھ قربان ہوگئے۔

امام نووی 'شارح صحیح مسلم' میں لکھتے ہیں کہ

ان المنافقین کانوا معدودین فی اصحابه و کانو ایجاهدون معه اماحمیة اولطب الدنیا

یعنی "منافقین کو تو اصحابِ حضور میں شمار کیا جاتا تھا وہ بھی آپ کے ساتھ ہو کر حمیت (شرم کے باعث) یا طلبِ دنیا کے لئے جہاد بھی کرتے تھے"۔اس کے بعد جب ان کی منافقت عیاں ہوگئی تو پھر انہیں صحابہ میں شامل نہیں کیا جاتا۔

فائدہ:

معلوم ہوا کہ جو زبانی دعویٰ کرے کہ وہ مددگار ہے مگر وقت پڑنے پر ساتھ نہ دے وہ منافق ہوتا ہے۔اسی لئے امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے مدّ مقابل لڑنے والوں کو بار بار منافق کہا۔

ومن بامر خدابا این منافقاں مقاتله مے کنم

یعنی امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ "میں حکمِ خدا عزوجل سے ان منافقوں کے ساتھ جہاد کرونگا"۔

(جلاء العیون، صفحہ ۲۰۸)

حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ نے فرمایا

قول شما کوفیاں اعتماد رانمے شاید و ازمنافقاں بیدین وفانمے آید

کہ ”تم کوفیوں کا قول اعتبار کے لائق نہیں اور بے دین منافقوں سے وفا نہیں“۔

اس سے صاف ظاہر ہوا کہ کوفی منافق تھے یعنی ایسے لوگ ”کوفی لا یوفی“ تھے جو وعدے سے پھر جائے وہی تو منافق ہوتا ہے۔عہد سے جو بے وفائی کرے وہی تو منافق ہوتا ہے۔

حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کوفہ میں مختار ثقفی کے مکان میں فروکش (مقیم) ہوئے تو حقیقی وفادارانِ کوفہ آپ کے پاس مجتمع ہوئے جن میں مجالس شاکری رحمتہ اللہ علیہ، حبیب ابنِ مظاہر اسدی رحمتہ اللہ علیہ، سعید بن عبداللہ حنفی رحمتہ اللہ علیہ کے نام ملتے ہیں۔ جنہوں نے اپنی وفاداری اور جاں نثاری کے وعدوں کو خوب نبھایا۔

حکیم سنائی نے یزیدی کوفیوں کے بارے میں یہ اشعار کہے

بریزید پلید بیعت کرد ـــ تا کہ از خاندان بر آرو گرد

شرم و آرزم جملگی برداشت ـــ جمع ازدشمناں براد بگماشت

تامراد رابنامہ و کیسل ـــ از مدینہ کشند در منہیسل

کربلاچوں مقام ومنزل ساخت ـــ زور آل زیاد بروئے تاخت

خلاصہ یہ ہے کہ دشمنوں کی ایک جماعت کو اس پر آمادہ کیا کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کو خطوں اور حیلوں سے مدینہ پاک سے نکالیں چنانچہ جب آپ نے کربلا میں منزل فرمائی۔ ابنِ زیاد نے آپ پر حملہ کر دیا پھر ہوا جو کچھ ہونا تھا۔داستانِ کربلا ”کوفی لا یوفی“ کی گویا عملی تفسیر ہے۔اس سے ثابت ہوگا کہ ”کوفی لا یوفی“ کون لوگ تھے۔

واقعۂ کربلا میں کوفی وفادار:

کوفہ کے کئی مومنین نے امیر المؤمنین سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی پیروی میں اسلام بچانے کے لئے کربلا میں جانیں قربان کیں ان کے اسماءِ گرامی تواریخ میں ملتے ہیں۔

مسلم بن عوسجہ، بریر ہمدانی، زہیر بن قین، حبیب ابنِ مظاہر
، نافع بن ہلال بَجلی، عبداللہ بن عمرالکلبی، عمرو بن خالدالاسدی، جنادہ بن حارث سلمانی، جنب خولانی، حیلہ شیبانی، شبیب بن عبداللہ، جابر تیمی، حباب تیمی، مسعود تیمی نعمان ازدی، سعید بن عبداللہ حنفی، حنظلہ شبامی، حجاج جعفی، عمر حضرمی وامثالہم رحمہا اللہ علیہم اجمعین کے نام نامی شہدائے کربلا میں ملتے ہیں یہ سب کوفہ کے باشندے تھے۔

اہلبیت کے طرفدار:

تاریخ طبری، جلد ۶، صفحہ ۲۳۷ میں ہے کہ جب حضرت حبیب رحمتہ اللہ علیہ ابنِ مظاہر اسدی نے فوجِ یزید کو نصیحت فرمائی کہ اولادِ رسول ﷺ کا اور اس کے ایسے ساتھیوں کا جوراتوں کو عبادت میں بسر کرتے ہیں۔ ایسوں کا خون بہانے کے بعد خدا کو کیا منہ دکھلاؤ گے۔ تو اہلِ کوفہ کی سوار فوج کے افسر عزرہ بن قیس نے جواباً کہا،

فقال له عزره بن قيس الكمز كى نفسك ما استطعت

یعنی اے حبیب! ''جہاں تک تجھ سے ہوسکتا ہے تو اپنے نفس کی پاکیزگی کو بیان کرتا رہتا ہے''۔

فقال له زهير بن قين يا عزره ان الله قدر كاها وهداها فاتق الله يا عزره فانى لك من الناصحين انشدك الله يا عزره ان تكون ممن يعين الضلال علىٰ قتل النفوس الزكيه

یعنی ''اس بے موقع مداخلت پر زہیر بن قیس نے جوشیلا جواب دیا اے عزرہ! اس میں شک کہاں ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے حبیب ﷺ کے نفس کو زکی (نیک) کیا اور ان کو ہدایت فرمائی۔ اے عزرہ! اللہ (عزوجل) سے ڈرو۔ میں تجھے نصیحت کرنے والوں میں سے ایک ہوں۔ سن میں تجھے اللہ تبارک وتعالیٰ کا واسطہ دیتا ہوں کہ تو ان لوگوں سے نہ ہونا جو نفوسِ زکیہ (نیک لوگوں کے) کے قتل پر گمراہوں کو مدد دیتے ہیں''۔

قال يا زهير ما كنت عندنا من شيعة اهل هذا البيت انما كنت عثمانيا

یعنی ''عزرہ نے کہا، اے زہیر! تو تو ہمارے نزدیک اہلبیتِ نبوی کے شیعوں میں سے نہ تھا۔ تو تو عثمانی تھا''۔ (آج کیا ہوا؟)

قال زهير افلست تستدل بموقفى هذا انى منهم الخ

یعنی ''حضرت زہیر رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا، کیا تو میرے اس جگہ کھڑے ہونے سے استدلال نہیں کرسکتا کہ میں اہلبیتِ نبوی کا طرفدار ہوں ان کے انصار سے ہوں''۔

حضرت حُر رضی اللہ عنہ:

آپ ایسے کوفی بھی تھے جو ابتداً یزیدی فوج میں تھے بلکہ سپاہ ابن زیاد کے افسر بھی تھے۔ان میں حُر الرّیاحی رضی اللہ عنہ کا نام نامی سب سے زیادہ تابدار ہے۔یہ اپنے دستہ کے ساتھ کربلا کی راہ پر امام حسین رضی اللہ عنہ کے سدِ راہ ہو گئے۔امامِ عالی مقام حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اس پیاسے دستے کو پانی سے سیراب کیا جب یزیدی فوج نے امام حسین رضی اللہ عنہ پر پانی بند کردیا تو حضرت حُر رضی اللہ عنہ میں انقلابِ حریت پیدا ہوا اور یہ سب یزیدی بندھنوں کو توڑ تاڑ کر یومِ عاشورہ کو صبح سویرے ابنِ زیاد کی سپاہ سے علیحدہ ہو کر امام حسین رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں شامل ہو گئے۔خوب جہاد کے بعد جب زخمی شیر دل حُر رضی اللہ عنہ خون میں لت پت تھے تو اس وقت امام حسین رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور فرمایا:

بخٍ بخٍ یا حر انت حر کیما سمیت فی الدنیا و الآخر

"مبارک ہو مبارک! اے حُر تو تو واقعی حُر (آزاد) ہے جیسا کہ تیرا نام ہے دنیا اور آخرت میں"۔

حضرت حُر الرّیاحی رضی اللہ عنہ کے علاوہ بھی بعض ایسے سپاہی جو سپاہ ٔشام میں شامل تھے وہ اس سے ٹوٹ ٹوٹ کر امام حسین رضی اللہ عنہ کو حق کی جانب جان کر سپاہ ٔامام میں شامل ہوتے رہے اور جنہوں نے بالآخر جامِ شہادت نوش فرمایا۔

حارث بن امرالقیس بن عابس کندی، جوین بن مالک تیمی، زہیر بن سلیم ازدی، قاسم بن حبیب ازدی امثالہم۔

تقریباً یہ سب کے سب کوفی تھے اور سپاہ ابنِ زیاد میں تھے جن کا کمانڈر انچیف عمر سعد تھا مگر میدانِ کربلا میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو حق پر جان اور مان کر انصارِ حسین (رضی اللہ عنہم) سے ہو گئے اور درجہ ٔشہادت پر فائز ہوئے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا دور کیا سہانا دور تھا کہ آپ کے درس میں تیس ہزار (۳۰،۰۰۰) کم وبیش آئمہ اسلام نے فیض پایا اس کی تفصیل طویل ہے۔آپ کے شاگردوں میں شاگردِ عظیم حضرت امامِ اعظم رضی اللہ عنہ ہیں۔جنہوں نے اسلام میں خوب نام پایا آپ کے دور میں بھی "کوفی لا یوفی" مشہور تھے۔

ان بزرگوں کی عزت واحترام ہی کوفہ کی شرافت کے لئے کافی ہے۔تاریخ گردانے پر ثابت ہوتا ہے کہ کوفہ میں کیسے

کیسے جواہراوراسلام کے نامور بزرگ تھے۔اب لیجئے محاورہ ''کوفی لا یوفی''اور سمجھئے امامِ اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کو۔

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ:

غیرمقلدین وہابی ودیگر مخالفین امام اعظم رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ مشہور مقولہ ''کوفی لا یوفی''(کوفہ والے وفادار نہیں ہوتے) کہہ کر امام اعظم رضی اللہ عنہ پر طعن کرتے ہیں کیونکہ ان کا تعلق کوفہ سے تھا۔یہ خیال اکابر وآئمہ کا بھی تھا چنانچہ منقول ہے کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ حاضر ہوئے لوگوں سے دریافت کیا شہر کا جید عالم کون ہے؟ بتایا گیا حضرت ابوعبداللہ مالک بن انس الاصبحی رضی اللہ عنہ،امام اعظم رضی اللہ عنہ ان سے ملنے گئے حسبِ روایت تعارف کے دوران آپ نے بتایا کہ میں عراق سے آیا ہوں ،حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ نے یہ سن کرنا گواری کے عالم میں کہاوہ عراق جو شہرنفاق ہے؟ حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ کا اشارہ نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اہل کوفہ کے سلوک کی طرف تھا۔یہ سن کر امام اعظم رضی اللہ عنہ نے نہایت تحمل کے ساتھ کہا میں عجمی ہوں اور آپ کے پاس اس لیے حاضر ہوا ہوں تا کہ قرآن کی قرأت میں کوئی غلطی ہوتو اس کی اصلاح کروالوں کیونکہ آپ اس مقدس شہر کے باسی ہیں جہاں قرآن نازل ہوا تھا۔امام مالک رضی اللہ عنہ نے جواب میں قرأت کرنے کی اجازت دی امام اعظم رضی اللہ عنہ نے یہ جملہ پڑھا

و ممن حولکم من الاعراب منافقون ومن اھل العراق۔

''(اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم)تمہارے آس پاس دیہات میں رہنے والوں میں سے بعض لوگ منافق ہیں اورعراق کے رہنے والوں میں سے بھی بعض لوگ منافق ہیں''۔

یہ سن کر امام مالک رضی اللہ عنہ نے نہایت ناراضگی کے عالم میں کہا خدا کے بندے قرآن کی آیت تو درست پڑھو۔امام اعظم رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا درست آیت کیا ہے؟ امام مالک رضی اللہ عنہ نے کہادرست آیت یوں ہے

''ومن حولکم من الاعراب منافقون و من اھل المدینۃ''۔

''(اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم)تمہارے آس پاس کے دیہات کے رہنے والوں میں سے بعض لوگ منافق ہیں اور''مدینہ''کے رہنے والوں میں سے بھی بعض لوگ منافق ہیں''۔ (سورۃ توبہ،آیت نمبر 101)

یہ سن کر امام اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا،''آپ نے خود ہی فیصلہ فرمادیا ہے کہ منافقوں کے شہر میں کون رہ رہا ہے؟''بعد

میں تفصیلی متعارف ہوا اور شاید امام اعظم رضی اللہ عنہ کے اسی طرح کے جوابات سن کر امام مالک رضی اللہ عنہ نے تبصرہ کیا تھا ''وہ ایک ایسے بزرگ ہیں کہ اگر لکڑی کے ستون کو سونے کا ثابت کرنا چاہیں تو دلیل کی بنیاد پر کر سکتے ہیں''۔

(تاریخِ بغداد، خطیب بغدادی)

تعارفِ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ:

امامِ اعظم رضی اللہ عنہ کا نام نعمان بن ثابت، آپ کے دادا فارسی النسل اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عاشق اور آپ کے خاص مقربین بارگاہ میں سے تھے، آپ ہی نے محبت سے کوفہ میں قیام اختیار کیا جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دارالخلافہ تھا۔ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے دادا اپنے فرزند حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کو جو اُس وقت بچے تھے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس دُعا کے لئے گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کے لئے دعا فرمائی اور بہت برکت کی بشارت دی۔ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی کرامت و بشارت ہیں۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ ۸۰ھ ہجری میں کوفہ میں پیدا ہوئے اور ۱۵۰ھ ہجری میں بغداد میں وفات پائی۔ خیزران قبرستان میں دفن ہوئے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی قبر زیارت گاہِ خاص و عام ہے۔ ستّر (۷۰) سال عمر شریف ہوئی۔ فقیر بارہا آپ کے مزار پر حاضر ہوا۔ الحمد للہ علیٰ ذلك

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ نے بہت سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا زمانہ پایا جن میں سے چار (۴) صحابہ سے ملاقات کی۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ جو بصرہ میں تھے، حضرت عبداللہ ابنِ ابی اوفی رضی اللہ عنہ جو کوفہ میں تھے، حضرت سہیل ابن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ جو مدینہ منورہ میں تھے، حضرت ابوطفیل عامر ابن واصلہ رضی اللہ عنہ جو مکہ معظّمہ میں تھے۔ اس کے متعلق اور بھی روایات ہیں۔ مگر یہ قول رائج ہے۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ حضرت حماد رضی اللہ عنہ کے شاگرد رشید اور حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے تلمیذِ خاص اور مخصوص صحبت یافتہ ہیں۔ دو (۲) سال تک حضرت اما م جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی معیت (صحبت) نصیب ہوئی۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کو منصور بادشاہ کوفہ سے بغداد لایا پھر آپ رضی اللہ عنہ سے قاضی القضاۃ کا عہدہ قبول کرنے کی درخواست کی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے انکار کیا، اس پر آپ رضی اللہ عنہ کو قید کر دیا اور قید میں ہی یہ آفتابِ علم و عمل غروب ہوگیا۔

انااللہ و انا الیہ راجعون۔

تبصرۂ اُویسی:

یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ اہلِ کوفہ کی امام حسین رضی اللہ عنہ کے لئے جاں نثاری و وفاشعاری کے بعد ''کوفی لایوفی'' کا محاورہ ایک گستاخی محسوس ہوتا ہے۔ بلکہ شیعہ لوگوں کو تو اس کے لئے ایسا خوشنما لقب تلاش کرنا تھا جو حُبِّ علی رضی اللہ عنہ کا ثبوت ہوتا کیونکہ حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے (مصلحتِ سہی کے تحت) مدینہ طیبہ جیسے مقدس شہر کو چھوڑ کر کوفہ کو دارالخلافہ منتخب فرمایا بلکہ کوفہ کو مستقل قیام گاہ بنالیا جس میں نہ صرف آپ رضی اللہ عنہ کا بلکہ حسنین کریمین رضی اللہ عنہم و دیگر اہلبیت کا محبوب مسکن تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کا دولتکدہ اور کنواں اور کمرے تاحال جامع مسجد کوفہ کے شمالی جانب موجود ہیں یہاں تک کہ جامع مسجد کوفہ میں آپ کی شہادت اسی سکونتِ کوفہ کے دوران ہوئی۔

مزید مطالعہ کے لئے فقیر کی کتاب ''مناقبِ امام اعظم رضی اللہ عنہ''، ''شیعہ کا متعہ''، ''شیعہ، سنی میں فرق'' اور ''آئینہ شیعہ نُما'' کا مطالعہ کیجیے۔

وصلّی اللہ علی حبیبہ الکریم و علیٰ آلہ و اصحابہ وبارك و سلم